علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اساتذہ کی تمام مشقیں ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

مضمون	:	علم التعلیم
سطح	:	بی۔اے
کوڈ	:	419
مشق	:	01
سمسٹر	:	بہار2025ء

سوال نمبر1 قرآن وسنت کے حوالے سے علم کی نوعیت اور اہمیت کو اجاگر کریں۔

جواب۔

علم کی نوعیت اور اہمیت۔

علم کی نوعیت اور اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے مگر معلم کو اپنی ذا میں سب سے زیادہ منفرد ہونا چاہیے۔علم فطرتاً اس قدر وسیع اس جامع الحیثیات واقع ہوا ہے کہ اسلامی حکما مثلاً غزالی اور فخر الدین رازی نے اس کی تعریف سے احتراز کیا ہے اور تعریف کی بجائے اس کی خصائص، امثال اور تجزیہ کی دعوت دی ہے۔ بہر حال علم کی یہی بات آج جدید ماہرین علم کہہ رہے ہیں۔ سادہ ترین تعریف یہ ہے کہ علم کسی شے کے ادراک کو کہتے ہیں قرآن نے ایک مقام پر اسے اسماء تصورات کی خبرو آ گہی قرار دیا ہے۔ قرآن نے حکم کو اور بہت سارے معنوں مثلاً دلیل، حق، یقین کے طور پر بھی استعمال کیا ہے جس سے اس تصور کی وسعت آشنائی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ کتاب اللہ کی رو سے علم انسانی سے مراد محض تصور ہی نہیں بلکہ اس کی تصدیق بھی اس میں شامل ہے حاصل شدہ علم کا تجزیہ کرنا۔ اس کو پرکھنا اور تجزیہ کرنا بلکہ اس پر عمل کرنا یہ سب چیزیں علم میں شمار ہوتی ہیں۔ علم عطیہ الٰہی ہے اور خبر آ گہی اس کا تحفہ ہے "علم الانسان مالم یعلم" جو علم قلم سے نکل گیا ہر بہر صورت علم ہی ٹھہرا علم بالقلم ہاں اس کی اطادیت میں کلام ہوسکتا ہے علم اللہ کا نور ہے جس کی ایک تجلی عقل ہے اور بھی کئی تجلیات ہیں جیسے وجدان اور روحی و الہام جو علم یقینی اور قطعی ہے وہ الہامی علم ہے اور یہی برتر علم ہے اور دوسرا علم ایسا ہے جس کی کئی سورتیں ہیں حسی، عقلی بدیہی اور سماعی اور یہ سب برحق ہیں مگر انہیں قطعیت کا درجہ حاصل نہیں انہیں ظنی علوم کہا جاتا ہے۔ سائنس بھی گمان غالب کے درجہ میں آتا ہے آپ سائنس کے پروفیسر کا اس بارے میں انٹرویو کریں اور خود نتائج مرتب کریں۔

معلّم اور متعلم کے تعلقات:

(۱) استاد شاگرد کے درمیان پہلا منطقی رشتہ علم کا ہے یہی دونوں کا امتیاز خاص ہے۔ یہ رشتہ جتنا مضبوط ہوگا دونوں کے روابط اتنے بامعنی اور خوشگوار ہونگے۔ استاد علم دیتا ہے شاگرد حاصل کرتا ہے اور دونوں خود اپنے طور پر بھی علم حاصل کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال معلم کو اپنا علمی فریضہ خوش اسلوبی سے سرانجام دینا چاہیے اور وہ اس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنے علم وفضل میں برابر اضافہ کرتا رہے اور طلبہ تک انتقال علمی کے وسیلے ڈھونڈتا رہے طلبہ کا فرض ہے کہ وہ توجہ انہماک سے اکتساب فیض کریں اور خود بھی موقعہ بہ موقعہ علمی پیش قدمیاں کرتے رہیں وہ نہ صرف حقائق سے آشنا ہوں بلکہ ان کا گہرا شعور حاصل کریں اور تجزیہ وتنقید کے مراحل طے کریں۔

(۲) معلم و متعلم کا دوسرا رشتہ تربیت اخلاق کا ہے علم و دانش کے ساتھ ساتھ تربیت اخلاق بھی ضروری ہے۔ مگر جب تک معلم خود اعلیٰ اخلاق کا نمونہ نہ ہو طالب علم میں اخلاقی محاسن پیدا نہیں کیے جاسکتے۔ جس طرح حضورؐ ملت اسلامیہ کے لیے اسوہ حسنہ ہیں۔ اسی طرح معلم بھی اسوہ حسنہ کا مظاہرہ کرے محض زبانی اور کتابی تلقین قطعاً بے سود ہے۔ بلکہ الٹی مضر ہے۔

(۳) تیسرا رشتہ ادب وتادیب کا ہے معلم مؤدب ہے۔ ادب وتعظیم اور تکریم انسانیت اسلام کی جان ہیں معلم کا فرض ہے طلبہ کو گفتگو، نشست و برخاست اور طعام کے آداب سکھائے بوقت ضرورت مناسب انداز میں تادیب سرزنش بھی کرے، مگر کھلے بندوں استہزاء وتضحیک سے اجتناب کرے۔ طلبہ سے نرمی سے پیش آئے اور طلبہ کا فرض ہے کہ وہ ادب سے پیش آئیں۔ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا'' جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں'' سید العطاس نے صحیح لکھا ہے کہ بجز ادب علم کا راستہ کھلتا ہی نہیں متعلم نہ صرف معلم کے ادب واحترام کا پابند ہے بلکہ علم کا احترام بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ جس قوم کے معلم باوضو ہو کر درس وتدریس کریں اور درود شریف پڑھتے ہوئے حلقہ درس میں داخل ہوں ان کی تعظیم واکرام کا کیا کہنا۔ دینی مدارس میں اب بھی یہ روایت زندہ وجاری ہے۔

(۴) چوتھا تعلق طبیب ومشیر کا سا ہے۔ استاد روحانی طبیب ومشیر بھی ہے۔ طلبہ کے گونا گوں روحانی، اخلاقی، معاشرتی مسائل ہوتے ہیں اس کا فرض ہے ان کے مسائل سے آگاہ ہو اور ان کا مناسب حل ڈھونڈ سکتا ہوں اگر ایسا بروقت نہ کی جائے تو نہ صرف طلبہ کی تعلیمی ترقی رک جاتی ہے۔ بلکہ دیگر عمرانی ونفسیاتی مسائل بھی پیدا

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

ہو سکتے ہیں۔اسلامی روایت میں تو اساتذہ طلبہ کے اقتصادی مسائل تک حل کرتے چلے آئے ہیں اس شاندار روایت کو پھر زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

(۵) استاد شاگرد مشترکہ علمی وفنی منصوبوں میں برابر کے شریک ہیں جن میں استاد کا کردار ہادی و رہبر کا ہے۔معلم کا فرض ہے کہ رہنما کا کردار ادا کرے اور طلبہ کا جاد ہمستقیم پر لگا دے وہ انہیں جدت وتخلیق پر ابھارے اور ان کے جذبہ اقدام کی تحسین کرے۔

ذرائع علم: علم کے حصول کے متعدد ذرائع ہین اسلام ان سارے ذرائع اور ان ذرائع سے حاصل شدہ علم کی بحیثیت علم تسلیم کرتا ہے۔علم کے معروف ذرائع حواس، عقل، وجدان، وحی والہام اور تاریخی روایات ہیں۔اور ان سب کی حیثیت مسلم ومعتبر ہے۔لہذا مستشرقین کا یہ الزام کہ اسلام معروضی اور افادی علوم کا منکر ہے۔بالکل سفید جھوٹ ہے۔

ذرائع علم کے بارے میں اسلام کا رویہ: صورت حال یہ ہے کہ اسلام مختلف علمی منابع کی حد بندیوں اور ان کے مراتب و مدارج کا معترف ہے وہ ان کی قدر و قیمت ان ذرائع کی نوعیت، مزاج اور ان کی فطری صلاحیتوں کے حوالہ سے مقرر کرتا ہے۔اس کے بارے میں اس کا رویہ بالکل سائنٹفک اور حقیقت پسندانی ہے۔جہاں حسی علم کا تعلق ہے۔حواس کو اہمیت دی جاتی ہے۔

جہاں عقل وقیاس کا واسطہ ہے۔دلائل وبراہین کا تقاضا کیا جات ہے۔جہاں تاریخ وروایات سے کام چلتا ہے۔نقلی علم سے استشہاد کرنے پر ابھارا جاتا ہے۔ فسئلوا اهل الذكران كنتم لاتعلمون (الانبیا: ۷) ''اگر تمھیں خبر نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لیجئے'' جہاں سب انسانی ذرائع علمی جواب دے جائیں اور یقینی ومحکم جواب نہ دے سکیں۔تو اسلام علی الاعلان الہامی علم کا نعرہ تکبیر بلند کر دیتا ہے۔یہی آخری علم ہر لحاظ سے برتر اکمل اور یقینی ہے۔مگر اس کی کاملیت اور قیمت سے دوسری علمی اقسام کے نشو ونما اور استعمال پر کوئی زد نہیں پڑتی۔البتہ ان کی تصحیح وترمیم کا عمل شروع ہو سکتا ہے۔گویا وحی والہام دیگر علمی ذرائع کے لیے معیار اور کسوٹی کا کام دیتے ہیں اور ان کے موجود علمی خلاؤں کو پر کرنے اور ان کی کج رویوں کو درست کرنے میں مدد دیتے ہیں پھر دنیوی علوم کی سوشل سروس ہوئی اس سے دنیوی علوم کی اہمیت کی نفی کیسے ثابت ہوگی۔حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی ساری علمی روایت قرون اولی سے لے کر آج تک معروف ذرائع علم کی قائل وموید ہے۔

حسی ،فکری، الہام علم کا تعلق: علم کی یہ تینوں اقسام آپس میں حیاتیاتی طور پر باہم متصل ومربوط ہیں اور ان میں باہم کسی قسم کا تضاد یا مضائرت نہیں پائی جاتی۔ابوالکلام آزاد نے خوب لکھا ہے کہ یہ تینوں ایک دوسرے کی خدمت، توضیح اور تکمیل کرتی ہیں۔اور ان میں کوئی فطری دشمنی نہیں۔ہاں ہر قسم کا مخصوص دائرہ عمل ہے۔جو اسے دیگر دائروں سے ممتاز کرتا ہے۔بہر حال ان کی آپس کی تعلق داری دوستانہ رویہ کی غماز ہے۔نہ کہ مخالفانہ طرز عمل کی جیسا کی غلطی سے امریکہ اور یورپ میں سمجھا جاتا ہے۔اسلام کا حسی علم نہایت مفید اور معتبر ہے۔یہی حال عقلی وفکری علم کا ہے مگر ایسے امور پیش آجاتے ہیں کہ یہ دونوں ان کی گھتیاں سلجھانے سے قاصر رہ جاتے ہیں اب یہاں وحی والہام مدد کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔اور ہمیں صراط مستقیم پر لگا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔گویا جہاں حس وفکر کے پر جلتے ہیں وہاں وحی والہام محو پرواز ہو جاتے ہیں۔

سوال نمبر 2 ان چاروں تعلیمی مکاتب فکر دوامیت، التزامیت، ترقی پسندیت اور نوتعمیریت کا بامعنی تعارف ان کی فکر بنیادیں اور بنیادی اصول وضاحت سے پیش کریں۔(20)

جواب۔

چاروں تعلیمی مکاتب فکر کا مختصر احوال کچھ یوں ہے۔

فلسفہ نوتعمیرت: یہ فلسفہ سابقہ مکاتب فکر کے خلاف صائے احتجاج ہے۔اس کے حامیوں کا کہنا ہے کہ زندگی میں اتنے عظیم تغیرات آچکے ہیں اور اتنے مہیب بحرانوں کا سامنا ہے کہ اب پہلے نسخوں سے کام نہیں چل سکتا۔چھوٹی موٹی تبدیلیاں اور ارتقائی انداز عمل بھی چنداں مفید نہیں۔اب تو انقلابی اور ہمہ گیر تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے۔جملہ شعبہ ہائے حیات کی تعمیر نو کی مطلوب ہے اور یہ کام تعلیم ہی کو سرانجام دینا ہوگا۔1932ء میں جارج ایس کاؤنٹس نے امریکی مدرسے کو شہ دیتے ہوئے اپنا مینی فسٹو پیش کر دیا تھا جس کا عنوان تھا ''مدرسے کو نظام نو کی طرح ڈالنے کے لئے آگے بڑھنا چاہیے'' فلسفہ نوتعمیریت کی خوبیاں کچھ اس طرح سے ہیں۔

خوبیاں:

۱۔ نوتعمیری کی فکری بنیادیں جو ترقی پسندیت کی ہیں البتہ بعض باتیں منفرد اور اضافی ہیں مثلاً حقیقت کے بارے میں نوتعمیری معاشرتی حقیقیت پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں۔اقدار کے معاملہ میں واضح اور دلیرانہ رویہ اختیار کی جاتا ہے۔

۲۔ مخصوص سماجی نقطہ نظر کے ساتھ گہری قلبی وفکری وابستگی کے قائل ہیں۔

۳۔ نظریاتی تبلیغ کو جائز سمجھتے ہیں اور اس فلسفہ کو ماننے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ بچہ پیدائش طور پر محض نیوٹرل ہوتا ہے اور وہ نہ اچھا ہے اور نہ برا جبکہ روسو اور دیگر ترقی پسند اسے اچھا سمجھتے ہیں۔

۳۔ تعلیم کو نئے سماجی نظام کی تخلیق کا فی الفور بیڑا اُٹھانا چاہیے۔یہ سخت بحران کی صدی ہے تہذیب وتمدن کے مٹ جانے کا خطرہ ہے۔

۴۔ نیا معاشرہ حقیقی معنوں میں جمہوری ہونا چاہیے۔عظیم تغیرات لانے کے عمل کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔متنازعہ مسائل کو مختلف وسائل کے ذریعہ موثر طور پر منظر

میٹرک،ایف اے،آئی کام،بی اے،بی کام،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

عام پر لایا جائے یہ اس نظریہ کو ماننے والوں کی کچھ ڈیمانڈ کے طور پر ایک حتمی فیصلہ سمجھا جاسکتا ہے۔

معاشرتی و ثقافتی موثرات وعوامل ، مدرسے اور تعلیم وتدریس پر لازماً اثر انداز ہوتے ہیں۔معاشرتی انقلاب کے داعی کہتے ہیں کہ معاشرے کی اجتماعی فضا افراد پر بے پناہ اثر ڈالتی ہے جس قسم کا معاشرہ ہوگا ویسے ہی اس میں افراد ہوں گے۔

۵۔ معلم اپنے طلبہ کی تعمیر نو کی ضرورت پر کاربند رہتا ہے اور اس عمل میں وضاحت کے طور پر دلائل کی صورت میں اپنے مدرسے کے عمل کو جامع طور پر پیش کر کے اس فلسفہ کو دوام بخشنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔

خامیاں: اس فلسفہ کی بنیادی اور چیدہ چیدہ خامیاں کچھ اس طرح سے بیان کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ اس نظریے کی رو سے تعلیم کو نئے سماجی نظام سے خطرہ ہے اور یہ کہ اس فلسفے میں سب سے نامناسب بات یہ ہے کہ یہ افکار اور سوچ کی تبدیلی کو کچھ زاویوں اور انداز سے بدلنے کا حامی مانا جاتا ہے۔اس فلسفہ کے ماننے والوں کا یہ کہنا کے معاشرے میں ناگزیر تبدیلیوں کا وقت آ گیا ہے کچھ نامناسب سے بات لگتی ہے جس پر کاربند رہنا شاید معاشرے میں موجود بہت سے لوگوں کے لیے مشکل اور کھٹن مرحلہ ہو۔

۲۔ نو تعمیری اصحاب کی غایت اولیٰ معاشرے کی ہمہ گیر تعمیر نو ہے۔صرف اسی طرح ہی مستقبل کو یقینی اور پائیدار بنایا جاسکتا ہے۔اس بات کی گہرائی میں اگر جایا جائے تو پہلی بات ہی یہ نظر آتی ہے کہ یہ فلسفہ یا اس کے ماننے والے سراسر نظام میں نئی تبدیلیاں لانے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ دوسرے طرف بہت سے معاشرتی اقدار اس بات کے متحمل نہیں ہیں کہ وہ کسی بھی طرح کی تبدیلی یا سرگرمی کو برداشت کر سکے خصوصاً تعلیمی نظام میں تو بالکل بھی اس کی گنجائش نظر نہیں آتی۔

۳۔ نو تعمیریت کا طالب علم مدرسے کے اندر سے زیادہ اس کے باہر کے امور میں دلچسپی لیتا ہے۔اس کا ایک فائدہ تو یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ بڑا معاشرہ نواز انسان اور علمی ماحول سے لگاؤ رکھنے والا آدمی مانا جاسکتا ہے لیکن دوسری طرف اس کا سب سے بڑا نقصان سکول یا مدرسے کی فضا کو ہوگا جس کی وجہ سے طلبہ اور اساتذہ دونوں کو دشواری کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔

۴۔ اس فلسفے کو ماننے والوں کو عوام کی زیادہ فکر لاحق ہوگئی ہے جوان کے کھانے پینے سے لیکر ان کے کمانے کے ذرائع تک کے بارے میں پریشان رہنے لگے ہیں اس بات کو وقتی طور پر فائدے کے لیے اس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اس کا سب سے بڑا فائدہ ضرورت مند اور مستحق افراد کے معیار زندگی کو بہتر بنانا اور ان کے ان کے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنانا ہے لیکن اس نظریئے کو ماننے والے تعلیم اور طالب علم کی کردار سازی پر عمل درآمد اور توجہ سے کوسوں دور ہوتے چلے جائے گے۔

۵۔ استاد معاشرے کا سرگرم رکن ہوتا ہے اسے ہی قائد کا کردار ادا کرنا ہوتا ہے معاشرے کی تطہیر و تعمیر میں حصہ لینا وہ اپنا فطری عمل سمجھتا ہے۔وہ طلبہ کا رہنما مشیر بھی ہے اور ناصح مشق بھی۔اسے اپنی رائے کے اظہار میں قطعاً کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے لیکن اگر اس بات کو گہرائی سے سمجھا جائے تو یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ اس عمل کے دوران اساتذہ پر ذمہ داریاں تو عائد کی جارہی ہیں لیکن طلبہ کو مکمل آزادی حاصل ہو رہی ہے۔طلبہ کے ذہنی کیفیت کو فعال بنانے کے لیے اس پر کچھ طرح کی ذمہ داریاں ڈالنا بھی بہتر نتائج برآمد کرسکتا ہے۔

فلسفہ ترقی پسندیت: ترقی پسندیت فلسفہ نتائجیت کی تعلیمی شکل ہے۔اسے ثقافت کی آزاد شاہراہ بھی کہا جاتا ہے۔لبرل کی اصطلاح لچک دار، متجسسانہ اور کھلے رویے کی آئینہ دار ہے۔اس مکتب فکر کے اجزائے ترکیبی تجزیہ، افزائش، اور افادہ اور اضافیت ہیں۔یہ اپنے انداز فکر عمال میں روایت کے عین خلاف ہیں۔اساتذہ سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ نئی نئی تبدیلیوں کے لئے تیار رہیں اور طلبہ کو عملی مسائل سے دلیرانہ پنجہ آزمائی کے لیے تیار کریں۔بخلاف ماضی یہاں حال اور مستقبل کا زیادہ پرچار رہتا ہے۔طالب علم تعلیمی عمل کا مرز اور اس کی دلچسپیاں اور تقاضے ہی تعلیمی فیصلوں کی بنیاد بنتے ہیں۔

خوبیاں: فلسفہ ترقی پسندیت کی چیدہ چیدہ خامیوں کا تذکرہ کچھ اس طرح سے کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ حقیقیت بدلتی رہتی ہے، یہ اپنی نوعیت میں متحرک اور تعاملی ہے، جب فرد ماحول سے تعمل کرتا ہے تو حقیقت صورت پذیر ہو جاتی ہے جو اور آگے کئی شکلیں بدلتی چلی جاتی ہے۔اسی تناظر میں دیکھا جائے تو یہ فلسفہ تبدیلی کے رجحان کی طرف لوگوں کی اہمیت اور توجہ مائل کرنے میں مگن رہتا ہے۔

۲۔ ترقی پسندی حسیاتی اور تجرباتی علم کا فدائی ہے یعنی یہ سوچ اور فکر کے ساتھ ساتھ عمل اور جذبات کی بھی ترجمانی کرتی ہے دونوں کی قدر ہونی چاہیے حال علم وہی قابل قدر ہے جو تجربے کی پیداوار ہو یعنی اس عمل کے دوران اگر کوئی بھی طالب علم یا علم حاصل کرنے کے ذرائع کا متلاشی شخص اس فلسفہ کو بنیاد بنا کر تحقیق کرے گا تو اسے اقدار، علم اور حسیاتی روابط کے جوڑ سے پالا پڑے گا اور اس کے ثمرات بھی اسے وہی سے تب حاصل ہوں کے جب وہ علم کی ماہیت کو سمجھنے کے بعد کوئی فیصلہ کرے گا۔

۴۔ اس کی سب سے بڑی خوبی اموزش کی پیداوار کو بڑھانا ہے۔بچے کی دلچسپیاں اور رجحانات آموزش کے صحیح بنیاد ہے۔آموزش کی نوعیت اس کے رخ اور وسعت ان سب چیزوں کا تعین صرف بچے کی دلچسپیاں، ضرورتوں، اور انفرادی رجحانات کی روشنی ہی سے کی جاسکتی ہیں۔

۵۔ مدرسے کی مسابقت اور مقابلے کے رجحان سے بچنے کے لیے اس میں مکمل تعاون کی زیادہ فروغ حاصل ہوتا ہے۔مدرسہ جمہوری اصولوں پر چلایا جاتا ہے۔ترقی پسندیت کا دین مذہب، جمہوریت اور فقط جمہوریت ہے۔یہ حقیقت ہے کہ وہ فرد ایک انسان نواز سماج میں ہی صحیح معنوں میں پھل پھول سکتا ہے۔

0334-5504551
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ترقی پسندیت کی خامیاں: ترقی پسندیت کے فلسفے کی بنیادی خامیاں درج ذیل ہیں۔

۱۔ اس فلسفے کا سب سے بڑا وطیرہ یہ ہوتا ہے کہ ہر قدم استاد ہی سب سے آگے اور پیش پیش رہنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اساتذہ بچوں میں علامہ اقبال والی خودی لانے کے بجائے اسے ہاتھ پکڑ کر سکھانے کو زیادہ ترغیب دیتے ہیں جس کا سب سے زیادہ نقصان ظاہر ہے طالب علم کو ہی ہو رہا ہوتا ہے جو اس وقت اس بات کا احساس نہیں کر پاتا کہ وہ جو کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ صلاحیت اس میں پیدا کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی جا رہی ہے۔

۲۔ ترقی پسند نصاب سراسر عملی اور بچہ مرکز ہے۔ثقافتی ورثہ کے بجائے مشاغل تحریکات اور طلبہ کی دلچسپیوں کے گرد گھومتا رہتا ہے جس سے بظاہر تو لگتا ہے کے مقاصد پھل پھول رہے ہیں لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ اگر ہو بھی رہا ہے تو اجتماعی طور پر نہیں انفرادی طور پر اور تعلیم کا مقصد ہی اجتماعی طور پر کسی بات کو سمجھ کر اسے دوسروں کے پلے باندھنے کا نام ہے۔

۳۔ استاد اس فلسفے کے حامیوں میں یہ بات سیکھنے کی کوشش بھی کرتا ہے کہ وہ کیا کچھ خود حاصل کرتا ہے یا اسے کیا کیا حاصل کرنا چاہیے۔طلبہ کے ساتھ وہ خود بھی سیکھتا ہے۔جب وہ مشکل میں پھنس جاتا ہے تو وہ ان کی مدد کے لیے آگے بڑھ جاتا ہے۔اسی طرح ان کی عارضی دلچسپیوں اور مستقل رجحانات میں امتیاز کرنا استاد کی مجبوری بن جاتی ہے۔

۴۔ ترقی پسند بڑے جدت نواز ہے اور ہر نئے اور آنیوالی تبدیلی کو لبیک کہتے ہیں اس کا نقصان پرانی روایات اور اصولوں کو ہوتا ہے جس کی وجہ سے تعلیمی عمل جیسے تیسے کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا اور ثمرات تو کسی حد تک طلبہ تک پہنچانے میں اپنا کردار تو ادا کر رہا ہے۔

۵۔ مواد کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ذاتی اور اساسی تجربات اور وقت کی قدر ختم ہو جاتی ہے اس طرح جو جوئی اور جدید اصلاحات آتی ہیں اس میں رجحان پیدا کرنے کے لیے اسے طلبہ پر کلیہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جس سے بچہ فطری طور پر آس امید اور سہاروں کا عادی ہو جاتا ہے۔

فلسفہ دوامیت۔ دوامیت قدیم ترین اور نہایت منظم و مربوط فلسفہ تعلیم سمجھا جاتا ہے۔یہ یورپ کے قرون وسطٰی کی ثقافت کا پرستار ہے اس لئے اسے رجعت پسند شاہراہ کا علمبردار کہا گیا ہے۔برہملڈ 1955ء دراصل عہد ماضی کے عظیم مفکرین کی اعلیٰ فکری و ادبی فن پاروں سے اسے گہری عقیدت ہے۔یہ عقیدت عالمگیر ابدی صاقتوں کی وجہ سے ہے۔دوامیتیں کے نزدیک اچھی زندگی اعلیٰ فکری و روحانی اور اخلاقی زندگی ہے۔اس لئے طلبہ کہ ہمہ گیر نشوونما پر زور دیا جاتا ہیاں کا جسم مضبوط، ذہن روشن اور خلاق بلند ہو۔

دوامیت کی فکری بنیادیں۔دوامیت جن فکری بنیادیوں پر قائم ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

حقیقت۔ حقیقت نوعید میں ذہنی اور روحانی ہے نہ کہ مادی۔مادی دنیا موجود ہے مگر حقیقت کا پردہ ہے خود حقیقت نہیں۔اصل حقیقت مادے سے ماورا ہے ہی پائیدار اور سچی ہے۔دراصل مادی اور روحانی دنیا دو عظیم دنیائیں ہیں جن میں روحانی کو مادی پر برتری حاصل ہے۔ہر ظاہر کا ایک باطن ہے وہی حق ہے۔حقیقت کبریٰ ایک خودی بھی ہوسکتی ہے۔ممکن ہے ان اؤں کا پورا معاشرہ ہو یا وہ کائناتی خودی ہو جس میں انفرادی انا ئیں براجمان ہوں۔افلاطون کا دعویٰ ہے کہ اشیاء کی حقیقت کا پتہ حواس کے ذریعے نہیں لگایا جا سکتا۔ان کی اصل حقیقت صرف عقل و استدلال کے ذریعے ہی ممکن ہے۔لہذٰا سچا علم استدلالی ہے نہ کہ سائنسی و حسیاتی۔حسیات سے حاصل شدہ علم نامکمل اور غیر یقینی ہوتا ہے۔اسے محض رائے کا نام دیا جا سکتا ہے۔

دوامیت کے بنیادی اصول۔ دوامیت کے بنیادی اصول درج ذیل ہیں۔

فطرت انسانی کبھی نہیں بدلتی اس لئے تعلیم کو ہر جگہ اہر ایک کے لئے یکساں ہونا چاہیے۔کہا گیا ہے کہ فطرت انسانی کی بنیادی اجزاء روح، ارادہ، عقل اور حس جامعاتی ہمیشہ سے متغیر آ رہے ہیں اور مستقبل میں بھی ایسا ہو گا لہذا ہر جگہ اور ہر زمانے میں فطرت انسانی کے مطابق ہی تعلیم دی جانی چاہیے۔اور یہ سب جگہ یکساں ہی ہوں گی انسان مطلوب پر نظر رکھنی چاہیے نہ کہ شہری پر کیونکہ شہری تو مختلف ملکوں کی مناسبت سے مختلف رنگ اختیار کر جائے گا۔شہریت فرکی وفاداریوں کو محدود کر دیتی ہے اور اس طرح کی فطت کو بگاڑ دیتی ہے۔یکساں تعلیم کیلئے تدریس کے عمل کو بنیادی اہمیت وحیثیت حاصل ہونی چاہیے۔

۲۔ چونکہ عقلیت انسان کا اعلیٰ ترین وصف ہے انسان کو اسے اپنی جبلی فطرت کی رہنمائی کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔فرد کو اپنے مقاصد کا انتخاب شعوری طور پر کرنا چاہیے مقاصد واضح ہوں اور عقل و فکر کو نشوونما اور ترقی کے ذریعے انہیں حاصل کرنا چاہیے نہ کہ کسی صورت میں بھی عقلی تقاضوں کو نفسیاتی عوامل یا ماحول کے تابع نہ بنایا جائے۔تعلیم و تعلم کو بچے کی ذاتی خواہشات پر فوقیت حاصل ہے لہذٰا علم کے حصول میں بچے کی پسند یا ناپسند کوئی وزن نہیں رکھتی۔

۳۔ دائمی اقتدار والے مضامین کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔بعض مضامین عقل کی نشوونما کیلئے نہایت موزوں ہیں اور وہی طلبہ کو عظیم صداقتوں سے آشنا کرا سکتے ہیں وہ آزاد فنون ہیں جو تاریخی لحاظ سے سات مضامین پر مشتمل ہیں جن کی جدید فارم انگریز، دیگر زبانیں، تاریخ، فطری علوم، فلسفہ اور فنون لطیفہ ہیں۔ٹیکنیکل اور پیشہ ورانہ مضامین تدریس کے لائق نہیں۔ہاں اگر نہیں کسی طرح فکری و عقلی بنایا جا سکے تو کسی حد تک شامل نصاب کئے جا سکتے ہیں۔تاہم پیشہ ورانہ اعمال وافعال سے مدرسہ کو بچنا چاہیے۔

طالب علم۔ یہاں طالب علم بڑا محنتی، فرض شناس اور علم کا شیدائی ہوتا ہے۔خاص طور پر روایتی علم و دانش کا بڑا دلدادہ ہوتا ہے۔اس کے لئے استاد پیر و مرشد ہے جس کا ادب واحترام لازم ہے۔ہاں وہ بحث و مباحثہ بھی کرتا ہے مگر اس کا عام رویہ اخذ واستفادہ کا ہے۔وہ عمل پھر تفکر و نظریہ کو ترجیح دیتا ہے۔کمرہ جماعت میں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ،بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03415504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

عموماً منفعل رہتا ہے اور استاد سے کسب فیض میں لگا رہتا ہے۔ظاہر ہے کہ طالب علم کی حیثیت بالکل ثانوی ہے۔دوامیوں کا ایمان ہے کہ طالب علم ایک روحانی واخلاقی ہستی ہے جو عظیم صلاحیتوں کا منبع ومصدر ہے بوقت پیدائش وہ نہ تو برا ہوتا ہے اور نہ ہی اچھا ہاں بعد میں ماحول اور اپنی ذات کے باہمی تعامل سے اچھا یا برا بن سکتا ہے۔البتہ وہ برائی کا جلد شکار ہوسکتا ہے اس لئے اسے سخت روحانی واخلاقی تربیت کی ضرورت ہے۔ذاتی بازیافت کیلئے ایسا کرنا ضروری ہے اور خیر وکمال کی انتہا یہ ہے کہ بچہ خیر خداوندی ہی حاصل کرے۔

التزامیت: التزامیت کی تحریک امریکہ میں بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں شروع ہوئی۔بیگلے،اور کینڈل اس کے بڑے پرچارک تھے۔اگر پاکستان سمیت دنیا کے سب ممالک کا جائزہ لیا جائے تو اس مکتب فکر کے لوگوں کی اکثریت پائی جائے گی۔روی اسپٹنک نے اس تحریک میں پھر جان ڈال دی نے اسی نقطہ نظر کی وکالت کرتے ہوئے پھر جوش وخروش پیدا کر دیا۔یہ مکتب فکر رجعت پسند نہیں بلکہ محض کلاسیکل ہے۔یہ آزمودہ اور مستحکم ثقافتی ورثہ کی تعلیم وترسیل کا قائل ہے دراصل اس کی نظر سماجی استحکام اور مستقل سماجی اداروں پر جمی رہتی ہے یعنی جو چیزیں زمانے کے تھپیڑے کھا کھا کر پھر بھی زندہ رہ جائیں اور عملاً مفید اور کارآمد ثابت ہوں انہیں محفوظ کر لیا جائے اور یہی چیزیں تعلیمی التزامیات ہیں جن کا حاصل کرنا ازبس ضروری ہے۔یہ تعلیمی التزامیت جدید تہذیب کے آزمودہ علوم وحقائق،عادات وخصائل،قوانین اور مہارتوں پر مشتمل ہیں یہی وجہ ہے بریملڈ نے اسے ثقافت کی روایت پسند شاہراہ قرار دیا ہے۔

التزامیت کے بنیادی اصول: التزامیت کے بنیادی اصول مندرجہ ذیل ہیں:

(i) علم کی نوعیت محنت ومشقت کی متقاضی ہے بچے کی دلچسپی کی بجائے محنت اور نظم وضبط پر زیادہ زور دیا جاتا ہے کہا جاتا ہے علم شربت کا گھونٹ نہیں یہ کڑوا بھی ہوسکتا ہے اور ہوتا بھی ہے مگر زندگی کے حقائق کا تقاضا ہے کہ یہ کڑوی گولیاں کھائی جائیں۔صرف اس طرح ہی علمی نشوونما ہوسکتی ہے رہ گئی بچے کی دلچسپیاں تو وہ معیار نہیں بن سکتی اور پھر اعلیٰ اور دیرپا دلچسپیاں شروع ہی میں ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ وہ دوران آموزش ہی پیدا ہوتی ہیں لہٰذا طلب کی ضروری چیزیں لازماً پڑھائی جانی چاہیں چاہیے وہ پسند کریں یا نہ کریں دور جدید کے مشہور ماہر تعلیم براوہی بھی کہتے ہیں کہ بچے کی حقیقی ضرورتیں اور اس کی محسوس کردہ ضرورتیں لازمی طور پر یکساں نہیں ہوتیں۔

(ii) تعلیمی عمل کے لیے طالب علم کی بجائے معلم کو اقدام کرنا چاہیے۔معلم کو ہی تعلیمی عمل کی بسم اللہ کرنی چاہیے وہی طلبہ کی مناسب رہنمائی کرے اور منظم ومرتب انداز میں طلبہ کو حصول مقصد تک لے جائے بچے اپنے طور پر تعلیمی سفر طے نہیں کر سکتے اس لیے استاد کو فعال کردار ادا کرنا چاہیے اور یہ فریضہ شعوری طور پر سرانجام دے۔

(iii) مواد کا جذب وانجذ اب ہی تعلیمی عمل کی روح ہے کہا جاتا ہے موثر تعلیم کے لیے ذاتی تجربات کافی نہیں جیسا کہ ترقی پسندوں کا خیال ہے ضروری ہے طلبہ ٹھوس علمی حقائق سے آشنا ہوں اور وہ ان کے ذہن میں محفوظ ہوں تا کہ بوقت ضرورت ان سے کام لے سکیں یہ مواد پہلے سے متعین ہونا چاہیے اور نہایت ہی منظّم ومرتب ہونا چاہیے۔

(iv) مدارس کو ذہنی انضباط کے روایتی طریقوں کو اپنانا چاہیے۔علمی مواد عبور حاصل کرنے کے لیے روایتی طریقہ ہائے تدریس اور تکنیکیں نہایت موزوں ہیں اور انہیں سے کام لینا چاہیے۔لیکچر،قرات،حفظ،مشق تکرار یہ سب آزمودہ اچھے تدریسی نسخے ہیں نیز علم کی نوعیت تجریدی ہے اور اس سارے عملی ذخیرے کو مسائل اور پراجیکٹ کی شکل نہیں دی جاسکتی اور حق یہ ہے کہ ذہنی قوتوں کو چمکانے اور پختہ کرنے کے لیے روایتی طریقے ہی موزوں ہیں۔

سوال نمبر3 اسلامی دنیا کے نظام ہائے تعلیم اور تعلیمی اداروں کا جائزہ لیں۔

جواب۔

صفہ،اسلام کی پہلی درسگاہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے ایک مبلغ (معلم) مدینہ منورہ روانہ فرمایا۔ہجرت کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود مدینہ پہنچے تو بے شمار اور بے حد اہم جنگی اور سیاسی مصروفیتوں کے باوجود آپ معلم نے مدینہ منورہ روانہ سے ناخواندگی کو دور کرنے پر خاص توجہ دی۔آپ اس کام کا ذاتی طور پر نگرانی فرماتے تھے۔اس سلسلے میں آپ نے حضرت سعد بن العاص کا تقرر فرمایا کہ لوگوں کو لکھنے اور پڑھنے کی تعلیم دیں۔حضرت سعد بن العاص خوش نویس بھی تھے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواندگی سے اتنی دلچسپی تھی کہ ہجرت کے دوسرے سال میں جب ساٹھ ستر مکے والے جنگ بدر میں قیدی بنا کر مدینہ لائے گئے تو آپ نے ان لوگوں کا جو مالدار نہ تھے رہائی کے لیے یہ فدیہ مقرر فرمایا کہ مدینے کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھائیں۔حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صفہ میں اس غرض سے مامور فرمایا کہ لوگوں کو لکھنے اور قرآن مجید کی تعلیم دوں۔

ہجرت مدینہ

ہجرت کے بعد ہجرت کے ابتدائی برسوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب مدینے سے باہر کے لوگ مسلمان ہوتے تو ان کو حکم دیتے کہ ترک وطن کر کے مرکز اسلام کے قریب آبسیں جہاں بعض اوقات ان کو اپنی آبادیوں بسانے کے لئے زمینیں عطا کی جاتی تھیں اس طرح جو لوگ مرکز اسلام کے قریب آبستے انہیں تعلیم حاصل کرنے کے زیادہ مواقع ملتے۔بعض اوقات جو تبلیغی اور تعلیم مشن نو مسلم قبائل میں روانہ کئے جاتے انہیں مشکل حالات بھی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

پیش آتے مثلاً موعونہ کے مشہور واقعے میں 70 قاریان قرآن کو جنہیں نجد کے ایک آباد علاقے کی طرف روانہ فرمایا گیا تھا، ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔

ذیلی درسگاہیں۔

مدینہ منورہ میں صفہ واحد درس گاہ نہ تھی بلکہ یہاں کم از کم نو مساجد عہد نبوی میں موجود تھیں۔ ہر مسجد اپنے آس پاس کے محلے والوں کے لئے درسگاہ کا کام بھی دیتی تھی۔ قبا مدینہ منورہ کے جنوب میں مسجد نبوی سے کوئی دو اڑھائی میل پر واقع ہے۔ وقتاً فوقتاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے اور مسجد کے مدرسے کی نگرانی فرماتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ احکام بھی صادر فرمائے تھے کہ لوگ اپنے ہمسایوں سے تعلیم کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی بیان فرماتے ہیں کہ وہ ان کے ہمسائے صحابی باری باری سے صفہ میں حاضری دیتے اور جو کچھ تعلیم اس میں حاصل کرتے گھر آ کر ایک دوسرے کو سکھاتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صاحبہ سے خطاب فرماتے اور انہیں اسلام سکھاتے تھے۔ صحابہ کبار ان درسوں میں کامل اشتیاق سے شمولیت کرتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے حلقہ ہائے درس کا اکثر معائنہ فرمایا کرتے اگر وہ کوئی بدعنوانی دیکھتے تو فوراً تدارک فرماتے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا وقدر کے متعلق کچھ مباحثہ سنا آپ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے۔ غصے سے آپ کا چہرہ مبارک تمتما رہا تھا آپ نے لوگوں کو اس موضوع پر بحث مباحثے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ بہت سی گزشتہ امتیں اسی مسئلے میں الجھ کر گمراہ ہو گئی تھیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تعلیم کی تنظیم

اسلام میں علم کی فضلیت قرآن مجید کی آیات اور رسول کریم صلعم کی احادیث میں کثرت سے اور بلند پایہ انداز میں بیان کی گئی ہے۔ حضور صلعم نے علم دین سکھانے کے لیے معلموں کو معاوضہ قبول کرنے کی ممانعت فرمائی حضرت عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ وہ درسگاہ صفہ میں قرآن اور فن تحریر کی تعلیم پر مامور تھے ایک مرتبہ ایک شاگرد نے انہیں ایک کمان نذر کی مگر آنحضرت صلعم نے انہیں اس کے قبول کرنے سے روک دیا بعد کے ادوار میں اگرچہ معلمین اور اساتذہ طلبہ سے تحائف، امراء اور سلاطین سے انعامات اور حکومت سے تنخواہیں وصول کرنے لگے تھے لیکن بلا معاوضہ تعلیم کے اصول کی ہمیشہ تائید کی گئی۔ اسلامی تعلیم کی تاریخ میں ایسے واقعات بکثرت ملتے ہیں جب معلمین نے نقد معاوضہ تو کجا طلبا کی طرف سے احسان مندی او شکریے کے الفاظ بھی قبول نہیں کئے کیونکہ اس میں رسول کریم صلعم کے واضح حکم کی نافرمانی کا اندیشہ تھا۔

عورتوں کی تعلیم

آنحضرت صلعم نے ہفتہ میں ایک دن عورتوں کے لیے مقرر فرمایا تھا اس دن آپ عورتوں کے خصوصی مجمعے میں تشریف لے جاتے، انہیں تعلیم دیتے اور ان کے سوالات کے جوابات دیتے۔ آپ نے عورتوں کے لیے چرخہ کا تناسب سے اچھا مشغلہ قرار دیا۔ حدیث شریف میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ حضور صلعم نے ایک خاتون سے خواہش کی کہ وہ آپ کی ایک زوجہ مطہرہ کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دے۔ آپ کی زوجہ مطہرہ بی بی عائشہ کو فقہ، ادب شاعری اور طب میں بڑا دخل تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ آدھا علم عائشہ سے حاصل کرو عورتوں کی تعلیم کی تاکید کے سلسلے میں ایک حدیث قدسی میں بیان ہوا ہے "جس کے پاس کوئی کنیز ہو اور وہ اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے اور اس تربیت کرے اور اچھی تربیت کرے، پھر اسے آزاد کر کے باضابطہ نکاح کر لے تو اسے دگنا ثواب ملے گا"۔

صوبوں میں تعلیم

مملکت اسلامیہ شروع میں ایک شہر یعنی مدینے کے کچھ حصے پر مشتمل تھی رفتہ رفتہ پھیلتی گئی۔ خانہ بدوش عربوں کے علاوہ شہروں میں مستقل سکونت رکھنے والے عرب بھی بڑی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ایک نئے دین کے قبول کرنے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ایک وسیع تعلیمی نظام قائم ہو چنانچہ عہد نبوی کے اختتام پر اسلامی حکومت اس ذمہ داری سے اچھی طرح عہدہ برآ ہونے لگی تھی۔ مختصراً اس کا دستور یوں تھا کہ مرکز مدینہ سے مختلف مقامات پر تربیت یافتہ معلم بھیجے جاتے تھے اور صوبائی گورنروں کے فرائض منصبی میں یہ بات شامل کر دی گئی تھی کہ وہ اپنے ماتحت علاقے کی تعلیمی ضرورتوں کا مناسب انتظام کریں۔ جناب رسالت مآب صلعم نے یمن کے گورنر عمرو بن حزم کے نام جو طویل تقرر نامہ لکھوایا تھا اس میں بھی انہیں ہدایت فرمائی تھی کہ لڑکوں کے لیے قرآن وحدیث، فقہ وعلوم اسلامیہ کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ گورنروں کو جن چیزوں کی تعلیم کے انتظام کا حکم تھا ان میں وضو، جمعہ کا غسل، نماز باجماعت، روزے اور حج کعبہ کے احکام شامل تھے۔

خلفائے راشدین کا دور

خلفائے راشدین کے دور میں اسلام عرب کے حدود سے باہر پھیل گیا، شام، فلسطین، عراق، ایران اور مصر اسی عہد میں فتح ہوئے فتوحات کا سیلاب مغرب میں مصر سے آگے مغربی افریقہ اور ہسپانیہ کی جانب بڑھ رہا تھا جب کہ مشرق میں وہ برصغیر پاک و ہند کی سرحدوں کو چھو رہا تھا۔ دنیا کے اس مرکزی وسیع خطے میں مختلف اقوام آباد تھیں۔ جن کے مذہبی عقائد، زبانیں، معاشرت اور کلچر مختلف تھے۔ اسلامی فتوحات کا مقصد محض رقبہ ارض پر قبضہ نہیں تھا اور نہ ہی ان علاقوں کے قدرتی اور مادی وسائل پر تصرف حاصل کرنا تھا۔ اصل مقصد خدا تعالی کی وحدت اور رسالت کے نظریات کے تحت انسانی معاشرے میں ایک انقلاب برپا کرنا تھا جس کے لئے نظام تعلیم وتبلیغ کا قیام بے حد ضروری تھا چنانچہ خلافت راشدہ کے دور میں اسلامی تعلیم کے پھیلاؤ کے لئے صحابہ کرام سلطنت کے دور دراز علاقوں میں پہنچ گئے اور وہاں حلقہ ہائے درس قائم کئے۔ بصرہ میں عمران بن حصین، فلسطین میں معاذ بن جبل، مدائن میں عبداللہ بن مسعود، حمص میں عبادہ بن صامت، دمشق میں ابودرداء، شام میں عبدالرحمٰن بن قاسم، مصر میں جبان بن ابن جبلہ اور مسجد نبوی (مدینہ منورہ) میں جابر بن عبداللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تعلیم وتبلیغ کے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے کی ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے ماسٹرز ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

فرائض انجام دیئے۔

بنو امیہ کا دور

اموی دور میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ اور وسیع ہو گیا۔ مغربی افریقہ، اندلس، سندھ اور وسط ایشیا کے علاقوں پر اسلامی پرچم اس دور میں لہرایا۔ تعلیم و تبلیغ کی ضروریات بڑھ گئیں۔ کیونکہ جو اقوام ہلالی پرچم کے زیر نگیں آئیں انہیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔ نیز اسی دور میں مسلمانوں میں قرآن مجید کی آیات کی تشریحات کا آغاز ہوا۔ اموی حکمران نہایت علم دوست اور علم پرور تھے ان کے دور میں کئی نئے علوم کی بنیاد پڑی۔ علوم و فنون کے سلسلے میں زبانی یادداشتوں پر بھروسہ کرنے کی بجائے انہیں صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کا آغاز ہوا۔ احادیث نبوی کی تدوین کی گئی قرآن مجید کی پہلی تفسیر خلیفہ عبدالمالک بن مروان کے حکم سے ابن جبیر نے لکھی۔ حجاج بن یوسف نے جس کا ابتدا میں پیشہ معلّمی سے تعلق تھا قرآن مجید پر اعراب لگوائے تصنیف و تالیف و تراجم کا کام شروع ہوا جگہ جگہ کتب خانے قائم ہوئے۔ فن مفاضی و مناقبت صحابہ کو باقاعدہ علمی حیثیت دی گئی۔ معلمین، طلبہ اور علمی مشاغل میں مصروف دیگر لوگوں کے لئے وظائف مقرر ہوئے حکومت نے عام لوگوں کو وعظ نصیحت کرنے اور کتاب و سنت سے واقف کرانے کے لئے شہروں اور بستیوں میں واعظ مقرر کئے علم تاریخ کی بنیاد پڑی۔ ابن آثار نے اسی دور میں یونانی طب کی کتابوں کے ترجمے کئے ابو اسود نے اصول لغت اور علم نحو کے قواعد مرتب کئے علم عروض و قوافی کے بانی خلیل کا تعلق بھی اس زمانے سے ہے۔

عباسی دور

اسلام کی دوسری صدی کے پہلے نصف کے اختتام سے پہلے ہی حکومت کی باگ دوڑ بنو عباس نے سنبھال لی۔ عباسی دور اسلامی تہذیب و تمدن کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ عباسیوں کا دار الخلافہ بغداد تھا۔ جسے اسی غرض کے لیے جعفر المنصور نے تعمیر کرایا۔ بغداد بہت جلد عروس البلاد بن گیا۔ نامور خلفاء منصور، ہارون الرشید اور مامون الرشید نے علم و حکمت کے موتیوں کو یہاں اکٹھا کیا۔ منصور بذات خود علم ہیت کا ماہر تھا۔ اس نے اپنی سلطنت میں طب اور قانون کی تعلیم کو بہت فروغ دیا۔ ہارون الرشید کے تہذیبی کارناموں کی شہرت یورپ میں بھی تھی۔ اس کے زمانہ حکومت میں بغداد میں سب سے پہلا میڈیکل کالج قائم ہوا جس کے ساتھ ایک بڑا شفاخانہ بھی تھا۔ مامون الرشید نے بغداد کو سائنسی تحقیقات کا مرکز بنا دیا۔ عظیم الشان کتب خانے قائم کئے اپنے دربار میں علماء فضلا کو جگہ دی۔ زمانہ حال کے علماء کی نگاہ میں عباسیوں کا ناقابل فراموش علمی کارنامہ بغداد میں دار الحکمہ کا قیام ہے۔ دار الحکمہ وہ ادارہ تھا۔ جس کے ذریعے دوسری قوموں کے علوم و فنون اور منتخب ادبیات کو عربی میں ترجمہ کر کے علمی ورثے کو آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کیا گیا۔ عربوں کی معرفت یہ سرمایہ یورپ کو منتقل ہوا جو علوم کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بنا۔

ابتدائی تعلیم

مسلمانوں نے ابتدائی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کے درمیان ہمیشہ نمایاں فرق کیا ہے ابتداء میں مکتب اور مدرسہ کی کوئی علیحدہ عمارت نہ تھی مسجد جو ایک کثیر المقاصد ادارہ تھی مکتب اور مدرسے کے طور پر بھی استعمال کی جاتی کسی معلم یا پڑھانے والے کا گھر یا کوئی اور نجی عمارت بھی اس مقصد کے لیے کام میں لائی جاتی۔ پہلی صدی ہجری میں مکتبوں کا ذکر اس قسم کے حوالوں میں آتا ہے کہ کسی شخص نے کسی نامور انسان کو اس وقت دیکھا جب وہ طفل مکتب تھا مثلاً ایک شخص نے بیان کیا کہ ابو درداء نے اس تختی پر یہ الفاظ لکھے کہ ”جوانی میں حکمت کی بات سیکھو تا کہ بڑھاپے میں تم دوسروں کو اس کی تعلیم دے سکو“ حجاج بن یوسف جو مثالی سخت گیر حاکم تھا وہ ابتداء میں معلّمی کے پیشے سے متعلق تھا اور اس کا باپ بھی معلم تھا۔ پہلی صدی ہجری کے آخر میں ایک ایسے سکول کا ذکر ملتا ہے۔

لڑکیوں کی تعلیم

جس زمانے کے حالات کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں اس میں لڑکیوں کی تعلیم کے حوالے اور واقعات ملتے ہیں اگرچہ لڑکیوں کے سکولوں کی تفصیلات دستیاب نہیں ہیں اموی خلیفہ ولید اول نے ایک لڑکی کو قرآن پڑھاتے ہوئے دیکھ کر کہا ”لڑکی کے استاد کو اس سے کم ہونا چاہئے“ دوسری صدی ہجری کا ایک واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے کسی لڑکی کو سکول میں یا سکول آتے جاتے دیکھا اور وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ جاحظ نے ایک کنیز کا ذکر کیا ہے۔

ثانوی اور اعلیٰ تعلیم

پہلی دو ہجری صدیوں میں تعلیم کا انتظام تعلیم تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ شائقین علم اور اہل ذوق کے لیے تعلیم جاری رکھنے کے مواقع مہیا تھے اسلامی دنیا میں مدارس عام طور پر نظامیہ بغداد (1067ء) کی تاسیس اور اس کے قریبی عہد سے متعلق سمجھا جاتا ہے لیکن اس سے پہلے بھی مدرسوں کے قیام کے واقعات ملتے ہیں۔ مدرسہ جو ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کا ادارہ تھا عموماً مسجد سے ملحقہ یا الگ عمارت میں قائم کیا جاتا تھا شائقین علم مکتب کی تعلیم سے فارغ ہو کر ایسے استاد کے حلقہ درس میں شامل ہو جاتے جو کسی خاص علم و فن میں شہرت رکھتا تا کہ اس سے اکتساب علم کریں۔

درسی کتابیں اور طریقہ تدریس

جب ابتداء میں کتابیں کمیاب تھیں اکثر تعلیم زبانی دی جاتی تھی اس چیز نے استاد کی ضرورت و اہمیت میں اضافہ کیا عام ضرب المثل تھی ”استاد سے غلط چیز سیکھ لینا اپنے طور پر صحیح چیز سیکھنے سے بہتر ہے“ دوسری صدر ہجری کے آخر تک یہ تعلیمی نظام مستحکم ہو گیا کتابیں نسبتاً آسانی سے دستیاب ہونے لگیں لیکن استاد کی اہمیت

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میں کمی نہیں آئی اس کی اہمیت کا بڑی حد تک انحصار اس کے اپنے اساتذہ کی شہرت پر تھا۔حدیث کے استاد کے متعلق یہ دیکھا جاتا تھا کہ اس نے خود کس پایہ کے عالم سے علم حدیث سیکھا ہے۔محدثین زبانی حدیثیں بیان فرماتے لیکن موازنہ اور تقابل کے لیے حدیث کی مستند کتاب یا مجموعہ کی موجودگی ضروری خیال کی جاتی تھی اسلامی سلطنت کے اہم مراکز اور صوبوں میں بھی یہی طریق تدریس تھا۔

اساتذہ کی علمی قابلیت

اس دور کے اساتذہ اپنی وسعت علم کے لیے مشہور تھے۔وہ عموماً قرآن، سنت، احادیث عروض، حساب، تقسیم ترکہ، قانونی دستاویزات اور دیگر امور میں ماہر تھے۔ایک عالم کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ان علوم کے علاوہ ایام الرجال (تاریخ) اور راویان حدیث کے سوانح حیات میں بھی مہارت رکھتے تھے۔عربی زبان پر عبور اور اس کے استعمال میں مہارت نامہ استاد کی نہایت اہم خوبی شمار ہوتی تھی۔درس و تدریس کا پیشہ اختیار کرنے والے سالہا سال تک مشہور اساتذہ کی شاگردی کرتے تھے۔

سوال نمبر 4 برطانوی عہد میں برصغیر ہندوپاک کی تعلیمی حالت تحریر کریں۔

جواب:

برطانوی دور میں مسلمانوں نے جن تحاریک میں مسلمانوں کی نمائندگی کی ان کا کردار اور ان کے افکار خالصتاً اللہ کی رضا اور برصغیر کے مسلمانوں کی بقاء کے لیے تھے مسلمانوں نے جن تحاریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان تحاریک نے انگریزوں اور ہندوؤں کو اس بات کا احساس دلایا کے مسلمان اس زمین کے ٹکڑے میں ایک اقلیت قوم نہیں بلکہ ایک اکثریت قوم ہے جس کا اپنا مذہب اپنا قائدہ قانون اور دین اسلام ہے لہذا وہ کسی بھی ایسی قوم کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں جو ان کے اقدار اور ان کے حقوق کو پامال کرنے کی کوشش کریں۔مسلمانوں کی تحاریک اور ان کی خدمات کا لب لباب کچھ یوں ہے۔

تحاریک کا رجحان: مسلمانوں نے جس تحریک کو جلا بخشا اس کے رجحانات کا مختصر ذکر اور مثبت پہلو کچھ یوں ہیں۔

الف۔ پہلا رجحان:۔ برطانوی نظام تعلیم سے مکمل عدم تعاون اور مسلمانوں کے تعلیمی نظام کے تحفظ کی کوشش ہے اسکا نمائندہ ہے **دارالعلوم دیوبند۔**

ب۔ دوسرا رجحان:۔ انگریزی تعلیم کو بحیثیت نظام کے تقریباً پورے طور پر قبول کر لینا اور جزوی ترمیمات کے ساتھ اسے مسلمانوں میں فروغ دینا ہے اُسکا نمائندہ ہے **علی گڑھ کالج۔**

ج۔ تیسرا رجحان:۔ دیوبند اور علی گڑھ دونوں سے عدم اطمینان ہے اور اس کی نمائندگی **ندوۃ العماء لکھنو** کرتا ہے۔

د۔ چوتھا رجحان:۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد رونما ہوا۔یہ ان تینوں تحریکات کو قومی ضروریات کے لئے ناکافی سمجھتے ہوئے تعلیم کو قومی رنگ دینا چاہتا تھا۔اس کا نمائندہ **جامعہ اسلامیہ دہلی** ہے

دارالعلوم دیوبند: یہ مدرسہ 30 مئی 1867ء کو مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ہاتھوں دیوبند ضلع سہارن پور (بھارت) میں قائم ہوا۔9 سال مدرسہ بالکل ابتدائی حالت میں رہا۔1876ء میں نئی تعمیرات کے بعد آہستہ آہستہ ایک بڑے دارالعلوم اور علمی مرکز میں تبدیل ہو گیا۔

۱۔ اس ادارہ کا اصل مقصد دینی تعلیم کے ایک مرکز کا قیام تھا۔یہاں درس نظامیہ کو تعلیم کی بنیاد بنایا گیا۔تعلیمی پروگرام 9 سال کا تھا۔دینی تعلیم کے تحفظ کے ساتھ ساتھ پیشہ وارانہ تعلیم کا انتظام بھی کیا گیا۔مثلاً علم طب ایک ضمنی مضمون کی حیثیت سے شامل نصاب کیا گیا۔اس کے علاوہ خطاطی، جلد سازی، کپڑا بننا اور سینا پرونا وغیرہ مہارتوں کی ابتدائی تعلیم کا بندوبست بھی کیا گیا۔لیکن تعلیم کا یہ پہلو ترقی نہ پاسکا اور تعلیم صرف درس نظامی تک محدود رہی۔

۲۔ دیوبند کی نہایت اہم خصوصیت اس کی آزادی تھی۔تمام تر انحصار علوم کے تعاون اور چندہ پر رکھا گیا۔اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ہزاروں مسلمان مدرسہ سے وابستہ ہوئے۔دیوبند کا مزاج سیدھا سادا رہا۔رہن سہن کا معیار معمولی اور عوام کے معیار زندگی سے زیادہ رہا۔

۳۔ اس ادارہ کی ایک اور اہم خصوصیت اس کا نظام مشاورت ہے۔ماضی میں ہندوستان میں جو دینی مدارس تھے۔ان میں سارا انتظام ایک فرد یا خاندان کا ہوتا تھا۔لیکن دیوبند اس صحت مند روایت کا بانی ہے کہ سارے انتظامی امور کو ایک مجلس شوریٰ کے سپرد کیا گیا اور انتظامی امور کی انجام دہی کے لئے ایک مہتمم مقرر کیا گیا۔

۴۔ دیوبند کا تعلیمی نظریہ عوامی تعلیم (Mass Comunication) کا نظریہ تھا۔اس نے غریب طبقہ کے لئے تعلیم کا انتظام کیا اور بری بھلی جو بھی تعلیم دی وہ عوامی زندگی سے مربوط اور ہم آہنگ رہی۔بے شک یہ تعلیم نئے دور کے تقاضوں کو پورا نہ کر سکی لیکن اس نے دین اسلام اور ثقافت کا تحفظ کیا۔

۵۔ دیوبند اصلاحی تحریک کا مرکز بھی رہا۔حضرت شاہ اسماعیل شہید نے غلط رسومات و بدعات کے خلاف جو جدوجہد شروع کی تھی۔دیوبند نے اسے جاری رکھا۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے سے ایم فل تک ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
03445045451
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اسی طرح عورت کے حق وراثت اور نکاح بیوگان کے بارے میں دیوبند نے مثبت اصلاحی کام سرانجام دیا۔

۶۔ دیوبند انگریزوں کے خلاف سرگرمیوں کا ایک بڑا مرکز رہا۔ یہاں فارغ التحصیل طلبہ اور اساتذہ نے آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لیکن یہ ایک تاریخی سانحہ ہے کہ اس عظیم ترین دینی مرکز نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی۔اور ہندو کانگریس کے ساتھ مل کر متحدہ قومیت کا پرچار کیا۔صرف مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع نے قائداعظم محمد علی جناح کا ساتھ دیا اور دوقومی نظریہ کی حمایت کی۔

۷۔ دیوبند نے جو نصاب تعلیم رائج کیا وہ نئے دور کی ضروریات کو پورا نہ کرسکا۔اس نساب میں نہ تو پورے قرآن پاک کے مطالعہ کو اور نہ ہی حدیث کے مطالعہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔سارا زور صرف ونحو پر ہے۔عربی گرائمر کو بڑی اہمیت حاصل ہے لیکن عربی زبان وادب کا کوئی ذوق پیدا نہیں کیا جاتا۔ فقہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود دیوبند کی تعلیمی تحریک نے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا۔بہرحال تاریخ کے صفحات میں اس تحریک کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

علی گڑھ یونیورسٹی: دیوبند کی تعلیمی تحریک جہاں پر انگریزی تعلیم کے ساتھ مکمل عدم تعاون کے رجحان کی نمائندہ ہے۔اس کے بالمقابل علی گڑھ کی تعلیمی مصالحت ومفاہمت کی مظہر ہے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمانوں نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ انگریز صرف ان کے تعلیمی نظام کو ہی ختم نہیں کررہے بلکہ ان کی کوشش یہ ہے کہ سیاسی، اخلاقی اور معاشی حیثیت سے مسلمانوں کی کمر توڑ دیں۔

اس صورت حال پر غور کرکے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ مسلمانوں کو بیک وقت دو دشمنوں (ہندو اور انگریز) سے لڑنا ہے۔دونوں سے بیک وقت لڑنا مشکل ہے۔لہٰذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ انگریزوں سے اپنی وفاداری کا اظہار کریں۔اور ملازمتیں حاصل کریں۔اس نئے سسٹم کے علمبردار سرسید احمد خان تھے جنہوں نے 25 مئی 1875ء کو علی گڑھ میں ایک سکول قائم کیا۔جو 1877ء میں کالج بنا۔اور 1921ء میں مسلم یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کرگیا۔

تحریک علی گڑھ کی خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ علی گڑھ انگریزوں کے نظام تعلیم اور اس کی ہیت کو قبول کرکے اس کے اندر مسلمانوں کی تعلیم کے لئے گنجائش پیدا کرنے کی کوشش ہے۔

۲۔ یہ ادارہ رہائشی بنیادوں پر قائم کیا گیا۔اس کا اثر یہ ہوا کہ یہ ادارہ اپنے طلباء کا ایک مخصوص مزاج بنانے میں کامیاب ہوگیا۔

۳۔ یہ تعلیمی ادارہ مسلمانوں میں عام تعلیم Mass Comunication پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ متمول طبقہ کے بچوں کی تعلیم کے لئے قائم کیا گیا۔اس حیثیت سے یہ مسلمانوں کے اب تک کے نظام تعلیم سے انحراف تھا۔

۴۔ اس ادارہ میں اس بات کی بھی کوشش کی گئی کہ انگریز پرنسپل اور انگریز اساتذہ رکھے جائیں۔جس کا مقصد انگریزوں کو وفاداری کا تعین دلانا تھا۔لیکن عملاً مغربیت کی روطلبہ میں تیزی سے سرایت کرتی گئی۔

علی گڑھ بھی ایک تعلیمی تحریک کا نقیب ثابت ہوا۔علی گڑھ کے خطوط پر مسلمانوں کے تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔

علی گڑھ کا تاریخی کردار:

۱۔ علی گڑھ دور جدید میں مسلمان قوم کا سب سے بڑا محسن ادارہ ہے۔جب سرسید نے قومی زندگی کا آغاز کیا۔اس وقت مسلمان بکھرے ہوئے تھے۔ سرسید نے علی گڑھ کے ذریعے مسلمانوں میں نئی زندگی پیدا کردی۔ من حیث القوم انہیں اکٹھا کیا۔ہندوستان میں اسلامی قومیت اور دوقومی نظریہ کا نعرہ بلند کیا جو بالآخر قیام پاکستان کا سبب بنا۔

۲۔ معاشی حیثیت سے مسلمانوں کے لئے ملازمتوں کے حسول اور روزگار کے دوسرے مواقع کے حصول میں علی گڑھ کا بڑا حصہ ہے۔مسلمانوں کے لئے معاشی ترقی دروازے بالکل بند ہوگئے تھے اور وہ اس نئی تعلیم کی وجہ سے پھر ایک حد تک کھل گئے اور اس نے مسلمانوں کو دوبارہ قدم جمانے کا موقع دیا۔

۳۔ علی گڑھ ایک نئی ادبی تحریک کا بانی ہے۔اردو ادب کا نیا آہنگ بڑی حد تک علی گڑھ کا مرہون منت ہے۔ اور یہ اس کی عظیم ترین خدمات میں سے ایک ہے۔

۴۔ مسلمانوں کی گزشتہ 50 سال کی قیادت بڑی حد تک علی گڑھ نے فراہم کی۔

علی گڑھ ہماری تاریخ کا اہم باب ہے۔اسکا اولین مقصد دنیوی پستی کو دور کرنا تھا۔مذہبی احیاء اس کا مطمع نظر نہ تھا۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ: میں تعلیم پرانی تعلیم کی کچھ خصوصیات کو زندہ کرنے کی سعی جامعہ ہے۔خلافت اور عدم تعاون کی تحریکوں (1919 تا 1926) نے قومی تعلیم کی تحریک کو جنم دیا۔چنانچہ مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کو سرکاری گرانٹ اور سرکاری تعلقات سے آزاد کرانے کی کوشش شروع ہوئی۔مولانا محمد علی، علی گڑھ گئے، انہوں نے 1920ء میں علی گڑھ میں جامعہ اسلامیہ ملیہ قائم کیا۔جو 1925ء میں دہلی منتقل ہوگیا۔جہاں حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری کی مدد

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

0334-5504551
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

سے جامعہ نے خوب ترقی کی۔ جامعہ کی خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ جامعہ نے Secular تعلیم کو بنیادی طور پر غلط قرار دیا۔ اسی طرح سیکولر تعلیم میں صرف دینیات کے اضافی پیریڈ کو نا کافی سمجھا۔ دین کی معقول تعلیم کا ہر مرحلہ پر انتظام کیا گیا۔ قرآن پاک اور سیرت نبوی کے مطالعہ کو جزو نصاب بنایا گیا۔ عربی کی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا۔ اور اسلامی علوم میں Speciliazation کی گنجائش پیدا کی گئی۔

۲۔ جامعہ کی امتیازی خصوصیت اساتذہ کا ایثار وقربانی ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ صلاحیت کے اساتذہ نے نہایت معمولی مشاہروں پر خدمات انجام دیں۔ نہایت سادہ زندگی بسر کی اور اس طرح نہ صرف مسلمان اساتذہ کی روایت کو قائم کیا بلکہ اپنے طلبہ کے لئے بھی سادگی اور کفایت شعاری کا عملی نمونہ پیش کیا۔

۳۔ جامعہ کی ایک اور اہم خصوصیت صنعت وحرفت کی تعلیم ہے۔ جامعہ مسلمانوں کا جدید تعلیم کا واحد ادارہ ہے، جس نے سرکاری ملازمت کو اپنے طلبہ کو اپنے طلبہ کا نصب العین نہیں بنایا۔ بلکہ دستکاری کو طلبہ کے حصول روزگار کا ذریعہ بنایا۔ اور پارچہ بافی، ڈیری فارمنگ اور کیمیائی صنعتوں جیسے مفید پیشوں کی تعلیم کا انتظام کیا۔

۴۔ جامعہ کی ایک اور قابل ذکر خصوصیت یہاں کی عملی زندگی ہے۔ جامعہ کی اردو اکیڈمی نے بہت سی قابل ذکر کتابیں شائع کی ہیں۔ ریسرچ میں جامعہ کے اساتذہ نے بڑا کام کیا ہے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر عابد حسین، پروفیسر محمد مجیب، مولانا محمد اسلم جیراج پوری وغیرہ کی تصانیف علمی دنیا میں اہم مقام رکھتی ہیں۔

جامعہ مختلف حیثیتوں سے ایک کامیاب تجربہ رہا۔ لیکن یہ مسلمانوں پر اپنے اثرات مرتب نہ کر سکا۔ مسلمانوں کی قومی جدوجہد کے دوران جامعہ نے ہندو کانگریس کا ساتھ دیا۔ اور قیام پاکستان کی مقدور بھر مخالفت کی۔ جامعہ کو بھی دیوبند کی طرح ہندوؤں کے ہاں بڑا تقرب حاصل ہوا۔ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نام سے قائم ہونے والا یہ ادارہ عملاً جامعہ ملیہ ہندیہ بن کر رہ گیا۔

ندوۃ العلماء لکھنو: ندوۃ العلماء قدیم نظام تعلیم کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی ایک کوشش کا نام ہے۔

اپریل 1892ء میں مدرسہ فیض عام کانپور میں علماء کی ایک کانفرنس ہوئی۔ جس میں تعلیمی مسائل کا جائزہ لے کر یہ طے کیا گیا کہ مسلمانوں کی بہت بڑی تعلیمی ضرورت پرانے نظام تعلیم کی اصلاح ہے۔ 1894ء میں لکھنو میں ندوۃ العلماء قائم کیا گیا۔

ندوۃ العلماء کی خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ ندوۃ العلماء کی اولین خصوصیت درسِ نظامیہ کی اصلاح ہے۔ نئے نصاب میں تفسیر اور حدیث کو مناسب مقام دیا گیا۔ جدید علوم اور انگریزی زبان کو بھی شاملِ نصاب کیا گیا۔

۲۔ علماء کے باہمی نزاع اور اختلافی مسائل سے احتراز کی روش اختیار کی اور اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ تلاش کرنیکی کوشش کی گئی۔

۳۔ ندوۃ العلماء نے تعلیم کے ساتھ ساتھ علمی تحقیق کی روایت کو جاری رکھا۔

ندوۃ العلماء مجموعی طور پر قومی زندگی میں کوئی موثر حصہ ادا نہ کر سکا۔ دیوبند اور علی گڑھ کو جو مقبولیت اپنے اپنے حلقوں میں حاصل ہوئی وہ ندوۃ العلماء لکھنو کو حاصل نہ ہوسکی۔

سوال نمبر 5 مسلمان مفکرین تعلیم اور مغربی مفکرین تعلیم پر نوٹ لکھیں۔

جواب۔

علامہ اقبال: اقبال کا نظریہ تعلیم قرآن وسنت سے ماخوذ ہے......

گر تو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

قرآن اولین ذریعہ تعلیم: اقبال مسلمان کیلئے قرآن کی تعلیم کو اولیت دیتے ہیں کیونکہ اسلام کا مقصد ایسے انسان کو پروان چڑھانا ہے جو ہادیٔ برحق کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی کے ہر عمل کو ان کے تابع کردے۔ اقبال دورِ جدید کے مسلمان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ محمد بن قاسمؒ طارق بن زیادؒ سلطان محمود غزنوی صلاح الدین ایوبیؒ نورالدین زنگیؒ خالد بن ولیدؓ جیسی صفات کا عکس دیکھنا چاہتے ہیں۔ اقبال مسلمان کی تعلیم کا اولین مقصد خودنگری اور خودشناسی کو قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک جو شخص تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اپنے آپ کو پہچاننے سے قاصر ہے۔ اپنی ذات کے ادراک سے بے بہرہ ہے درحقیقت وہ جاہل ہے علامہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ مسلمان مغربی تعلیم کے زیر اثر اپنے مذہب اپنی تہذیبی روایات کے ساتھ ساتھ اپنی اقدار کو بھی فراموش کر چکے ہیں۔ اقبال اس دور کے حالات سے خائف تھے کیونکہ مغربی تعلیم مسلمان کو زوال کی جانب دھکیل رہی تھی۔ اقبال اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو ایسی تعلیم کی طرف راغب کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے منافرت کی بجائے مسلمان کے دل میں مسلمان کے دل میں عشق حقیقی کے لطیف جذبات پیدا کرے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ انسان کی زندگیاں دو ہیں ایک یہ جو محض عارضی اور فانی ہے اور دوسری وہ جو بعد از موت شروع ہوگی اور جس کا کوئی اختتام نہیں صرف عقل کو ہی اگر کل اور قطعی سمجھا جائے تو انسان اگلے جہان کا منکر بن جاتا ہے۔ خود مسلمانوں میں بھی

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

ایسے افراد کی کمی نہیں جو قیامت اور جنت وجہنم کو محض ڈھکوسلا سمجھتے ہیں اور اس جہان فانی کی زندگی کو سب کچھ قرار دیتے ہیں۔فرنگی تہذیب کے زیر اثر ان کا دل عقل سے مغلوب ہوکر دنیاوی مفادات میں الجھ جاتا ہے جب دل ہی مردہ ہو تو بدن پژمُردہ ہو جاتا ہے ایسے دل اور ایسے جسم والے افراد کے پاس بصارت تو ہوتی ہے مگر بصیرت نہیں......

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

آج علم کی حدود چاند تک پھیلی ہوئی ہیں۔آج لوہا ہوا میں اڑ رہا ہے۔آج انسان نے مہیب سمندروں اور فضاؤں کو روند کر رکھ دیا ہے لیکن ساری کائنات میں کوئی رومی' کوئی جنید اور کوئی عطار نظر نہیں آتا......

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحبِ سرور نہیں

صاحب سرور آئے کہاں سے؟ یہ چیز پیدا ہوتی ہے نالہ نیم شب کے نیاز،خلوت کے گداز،دیدۂ تر کی بے خوابیوں اور دل کی پوشیدہ بے تابیوں سے جبکہ آج کے اہل علم اور عاقل ان لذتوں سے نا آشنا ہیں۔جب انسان اپنے من میں ڈوب کر اللہ کو پا لیتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ قطرہ سمندر میں جذب ہو کر بے کراں بن گیا ہے اور روح حدود زمان ومکاں سے باہر پرواز کر کے کائنات کی وسعتوں میں پھیل چکی ہے انسان گھٹن سے نکل کر سکون اور فراخی قلب ونظر محسوس کرتا ہے۔علامہ اقبال کے نزدیک تعلیم کا مقصد صرف مادی ضروریات کی فراہمی نہیں بلکہ روحانی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کا نام ہے کیونکہ وہ تعلیم جو روحانیت سے عاری ہے انسان کو بے دینی کی طرف لے جاتی ہے۔ایسا فرد شیطان کے مماثل ہے اقبال ایسی تعلیم کا درس دیتے ہیں جو مسلمان نوجوان میں خودی کے جذبے کو پروان چڑھائے اور اسکی عزت نفس کو مضبوط بنانے میں مددگار ثابت ہو۔اسکے برعکس وہ علم جو روحانی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کی بجائے صرف جسمانی لذتوں اور آسائشوں کی فراہمی تک محدود ہو مسلمان کیلئے زہر کی حیثیت رکھتا ہے......

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جو

پروفیسر منور لکھتے ہیں" علامہ اقبال یورپ کو شیطان کی کارگاہ اسلیئے کہتے ہیں کہ یورپ نے مادہ پرستی کے نظریات کو فروغ دے کر عالم انسانیت کو بنیادی قدروں سے محروم کر دینے میں بڑا پر زور کردار ادا کیا ہے"

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات

نفسانی خواہشات سے اجتناب: اقبال اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان کا دل مغربیت زدہ ہونے کے باعث نفسانی خواہشات کا بت کدہ بن کر نہ رہ جائے۔اقبال مادہ پرستی کی بجائے روحانیت کی تلقین کرتے ہیں انہیں ملال ہے تو اس بات کا کہ انسان نے مادیت پرستی کی دوڑ میں ناممکنات کو ممکنات میں بدل دیا ہے۔انسان مچھلی کی طرح پانی میں تیرنا سیکھ چکا ہے لیکن اپنی روح کی وسعتوں میں سفر نہیں کر سکا۔جس کے باعث اس کا بدن تو بیدار ہے مگر روح خوابیدہ ہو چکی ہے

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع وضرر کر نہ سکا!

اقبال کو خوف ہے تو اس بات کا کہ مسلمان قوم پر قبل از اسلام اسلام کا دور جہالت پھر نہ چھا جائے اور ڈر ہے تو اس بات کا کہ مسلمان اپنے اسلاف کی روایات کو فراموش کرنے کے ساتھ ساتھ مغربی کلچر کے رنگ میں نہ رنگ جائیں کیونکہ اقبال کے نزدیک مغربی تعلیم محض دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں......

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

اقبال نے تہذیبِ فرنگ کی مخالفت کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس نے زندوں کو مُردہ اور مُردوں کو مُردہ تر کر دیا ہے اور اس کی ساری رنگینیاں جو نگاہ کو خیرہ کرتی ہیں اہل بصیرت کیلئے محض باعثِ عبرت ہیں......

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

مغربی تہذیب کی اندھا دھند تقلید سے ممانعت: ہمارے زوال کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہم مغربی تہذیب کی اندھا دھند تقلید کرتے کرتے اپنی اُخروی زندگی کو فراموش کر چکے ہیں اور محض جسمانی عیش وعشرت کو روحانی سکون پر ترجیح دینے لگے ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر پریشان حالی، نفسانفسی، خودغرضی، غلامی، بے عملی، نمودونمائش جیسی برائیاں جنم لے چکی ہیں جولمحہ بہ لمحہ زوال کے اندھے گڑھے کی طرف لے جا رہی ہیں جبکہ اقبال کے نزدیک نفسانی خواہشات پر قابو پانا اور مفید علم کو عمل کے سانچے میں ڈھالنا ہی درحقیقت تعلیم ہے......

سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عین حیات
ہو نہ روشن تو سخن مرگِ دوام اے ساقی!

مسلمانوں کے لئے تعلیم کا معیار: اقبال مسلمانوں کیلئے ایسی تعلیم کے حامی ہیں جو انہیں شاہین بنا دے اور انہیں دنیا کی نظروں میں عزت و توقیر بخشے۔اسی لئے وہ کہتے ہیں......

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

مختصر یہ کہ علامہ اقبال مغربی نظام تعلیم کے اسلئے مخالف ہیں کیونکہ مغربی معاشرہ کی بنیاد الحاد پر قائم ہے جبکہ اسلامی معاشرہ خدا کی وحدانیت کا درس دیتا ہے۔ انسانیت کو صراط مستقیم پر لانے کیلئے اقبال نے ہر ممکن کوشش کی اور اپنی شاعری کے ذریعہ مسلمان دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

ابن خلدون۔

ابن اخلدون سائنسی تاریخ کا دنیا میں پہلا علمبردار ہے۔ابوالمعاشریات کا امتیاز بھی انہیں کے حصہ میں آیا اور اپنی لکھی ہوئی تاریخ کے ''مقدمہ'' کہ وہ شہرت حاصل ہوئی کہ علمی دنیا انگشت بدنداں رہ گئی ۔ابن خلدون تونس میں پیدا ہوئے بڑی طوفانی زندگی گزاری۔کبھی وزیر اعظم کبھی جیل میں قید،کبھی درس وتدریس ،کبھی ہمہ تن تصنیف وتالیف میں مصروف چونکہ تعلیم وتعلم سے ان کا واسطہ رہا اور مختلف مما لک کے نظام تعلیم کا جائزہ لیا انہوں نے اپنے اندر تعلیمی امور کے متعلق خاص بصیرت پیدا کر لی تھی آپ نے مروجہ تعلیمی نصاب اور طریق تدریس پر بڑا معنی خیز نقد وتبصرہ کیا۔

مقاصد تعلیم۔

ابن خلدون تعلیم کو انسان کی فطری غذا سمجھتا ہے مقاصد تعلیم متعین کرنے میں بھی اس نے بالکل فطری انداز اختیار کیا ہے۔

ابن خلدون کے مقاصد تعلیم درج ذیل ہیں۔

ا۔ اشیاء وحقائق کے معرفت حاصل کرنا تا کہ انسان بہتر زندگی گزارنے کے طریقے دریافت کر سکے۔

۲۔ دوسرا مقصد طالب علم میں علمی ملکہ یا رسوخ علمی پیدا کرانا ابن خلدون کا کہنا ہے کہ اگر طالب علم وفہم وتعقل کا آنا دیکھ جائے اور اس کی عقل تیزی حاصل کر لے تو تعلیمی مہمات با آسانی سر کی جاسکتی ہیں گویا ملکہ وہ عمومہ عقلی قوت ہے جس کی روشنی میں بے شمار علمی حقائق وتصورات پر جلدی قابو پایا جاسکتا ہے۔یہ وہی بات ہے جس پر آج کے دور میں جیروم برونر نے زور دیا ہے۔

۳۔ دنیا وآخرت میں کامیاب زندگی گزارنے کے لائق بنانا۔دونوں ضروری ہیں اور دونوں کے لیے تگ ودو کرنی چاہیے۔

تعلیمی افکار۔

ابن خلدون طالب علموں سے خاص محبت رکھتے ہیں اور ان کے مسائل سے اچھی طرح آگاہ ہیں انہوں نے طلبہ کو بڑی قیمتی نصیحتیں کی ہیں۔

طالب علم۔ ابن خلدون کی نظر میں اچھا طالب علم وہ ہے جو گائیڈوں سے بچے اور اصل کتاب کا مطالعہ کرے الفاظ کے بجائے مفہوم پر زیادہ توجہ دے۔بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔معانی ومطالب کا متوالا بن جائے۔رٹے سے پرہیز کرے ہاں معانی ومطالب کو سمجھ کر حفظ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔علمی اصلاحات سے مرعوب نہ ہو۔ان کا خول توڑ کر اندر کی چیز لے البتہ تحریر وتقریر میں بہت زیادہ اصطلاحات استعمال نہ کرے مدعا کو سادہ اور عام فہم زبان میں بیان کرے۔

طریقہ تدریس۔

ابن خلدون تدریس میں ہم مرکزیت اور اصول کے حامی ہیں۔یعنی ایک ہی موضوع یا تصور کی رفتہ رفتہ توسیع وتفصیل۔وہ ان عمل کو تین مرحلوں سے گزارتے ہیں پہلا مرحلہ اجمالی ہے جس میں طلبہ کو سبق کا خلاصہ پیش کر دیا جاتا ہے تا کہ موٹی موٹی باتیں ان کے ذہنوں میں بیٹھ جائیں اور انہیں یہ پتہ چل جائے کہ آج کیا پڑھنا ہے اور دوسرا مرحلہ تفصیل وتنقید کا ہے زیر بحث مسائل پر بحث کی جاتی ہے علمی آرا کا مقابلہ وموازنہ ہوتا ہے اختلافی افکار پر بھرپور تنقید کی جاتی ہے ضروری تفصیلات مہیا کی جاتی ہیں تیسرے مرحلہ میں اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ کوئی اہم نکتہ رہ تو نہیں گیا۔آیا کسی کے سینے میں کوئی کھٹک تو باقی نہیں اس منزل میں تنقید وتبصرے کا معیار اور بلند ہو جاتا ہے بہرحال موضوع کی تفہیم وتنقیح کے بارے میں مکمل تسلی کر لی جاتی ہے۔اب طلبہ موضوع پر مکمل گرفت حاصل کر لیتے ہیں۔

امام غزالی۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

غزالی اسلامی تعلیمات کا شیدائی تھا۔وہ خدا اور رسول مقبول ﷺ کی تعلیمات کو مسلمانوں کے ذہنوں میں راسخ کرنا چاہتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ عظیم فلسفی ہونے کے بوجود انہوں نے غیر اسلامی فلسفیوں کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں تمام فلسفے قرآن و سنت کے آگے ہیچ سمجھتے تھے۔دنیا اخروی کامیابی کا ذریعہ ہے مطلوب آخرت ہے اور مطلوب المطلوب ذات خدوندی! یہ تھا کہ غزالی کا تعلیمی فوکس اور عمل جانبدار ہونے کی مکمل عکاسی سمجھا جاتا تھا۔

مقاصد تعلیم۔

امام غزالی کی سوچ اور افکار کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے۔

۱۔ اسلامی خطوط پر سیرت و کردار کی تشکیل: طلبہ عقائد میں پختہ ہوں عمدہ اخلاق اور عمل کے دھنی بن جائیں۔

۲۔ **رضائے الہیٰ کا حصول:** اللہ کی رضا اس کے احکام کی اطاعت کا نام ہے۔

۳۔ عقل کی نشو نما کرنا تاکہ حیوانی صفات پر انسانی اوصاف غالب ہر ہیں۔جبلی رجحانات حد اعتدال میں رہیں اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

۴۔ آخرت کی تیاری چوتھا عظیم مقصد ہے دنیا آخرت کے لیے جائے عمل ہے۔اگر آپ قرآن حکیم کا مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کے غزالی کے مقاصد کی قرآن سے بر پور تصدیق ہو جاتی ہے۔

تعلیمی افکار۔

فطرت انسانی۔

امام غزالی نے اس ضمن میں بڑی دلچسپ باتیں کی ہیں فرماتے ہیں کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے جسم اور دل، دل غیر مادی اور باطنی چیز ہے جو باقی تمام صلاحیتوں کو کنٹرول کرتا ہے۔اگر جسم کی سلطنت سمجھ لیں تو روح بادشاہ، عقل وزیر، غصہ سپاہی اور باقی حواس اور قوتیں فوج ظفر موج۔

ہر انسان میں تین قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔حیوانی، شیطانی، ملکوتی انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ ملکوتی قوت باقی دو پر غالب رہے۔

روح انسانی کے دو پہلو ہیں (۱) علم (۲) غضب (۳) شہوت۔بھلائی اسی میں ہے کہ ان پہلوؤں میں اعتدال قائم ہو جائے۔اعتدال کی صورت میں یہ اوصاف بالترتیب عقل، شجاعت، اور عفت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور یہی عمدہ اخلاق کا سرمایہ ہے۔افراط و تفریط کی صورت میں نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔غزالی کا انسانی کی فطرت کا تجزیہ بڑا حقیقت پسندانہ لگتا ہے۔

موسیقی کی تعلیم۔

حیران کن بات یہ ہے کہ غزالی موسیقی کی تعلیم کے محقق ہیں۔حق بات سے اسے کیا چیز باز رکھ سکتی ہے امام کہتے ہیں کہ موسیقی روح کی غذا ہے اس سے طبیعت میں فرحت آجاتی ہے انسان تو کیا پرندے اور حیوانات بھی موسیقی سے لطف اندوز ہوتے ہیں کئی پرندے فطرت کے موسیقار ہیں۔لہٰذا موسیقی حلال ہے البتہ ایک شرط ہے وہ یہ کہ موسیقی کا مواد پاکیزہ اور بلند ہو۔سفلی جذبات کو انگیخت نہ دے اگر یہ نہ وہ سکے تو پھر موسیقی حرام اور مردہ ہے۔

طالب علم۔

امام غزالی نے طالب علم کو بڑی دلسوزی کے ساتھ نصیحتیں کیں ہیں۔اور طالب علم کو براہ راست متوجہ کر کے کہا ہے کہ۔

جان عزیز! اگر علم حاصل کرنے کا شوق ہے تو اپنا سب دل و جان علم کے حوالے کر اور دنیا کے مشاغل کم کر دے اپنے استاد سے تواضع اور ادب سے پیش آ علم پر تکبر نہ کر اگر زندگی میں وقار مطلوب ہے تو فن میں کمال پیدا کر اور عمدہ فنون میں کوئی نہ کوئی فن ضرور سیکھ لینا اپنے نفس کو بری عادات سے پاک کر اور باطن کو خوب آراستہ کر لے یقین رکھ کہ علم دل کی ضرورت ہے۔آخرت کا طلب گار بن کر جا تاکہ تجھے خدا تعالیٰ اور مقربان ملاء اعلیٰ کے ہمسائیگی کا شرف حاصل ہو۔**آمین۔**

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی کی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com 03345504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ، پروپوزل ، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔